Tarjihaat جولائی۔اگست۔ستمبر ۲۰۲۶
Volume: VII July, Agust. Sept 2026
Issue: VII,VIII,IX
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

طریق العابدین

وحید اختر کی غزلوں میں کربلائی شعور کی بازگشت

جدید اردو غزل میں واقعۂ کربلا کو بہ طور شعری استعارہ بہت ہی وسیع تناظر میں برتا گیا ہے۔ جدید غزل گو شعرا نے کربلا کو صرف مذہبی یا تاریخی واقعے کے طور پر نہیں دیکھا بلکہ اسے ظلم و جبر کے خلاف عملی مزاحمت کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان شعرا میں منیر نیازی، مصطفیٰ زیدی، عرفان صدیقی، شہریار، محمد علوی، افتخار عارف، شاذ تمکنت، کمار پاشی اور وحید اختر کے نام نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، جنھوں نے واقعۂ کربلا کو عصری حسیت سے ہم آہنگ کر کے غزل کے موضوعات کو وسعت بخشی لیکن واقعۂ کربلا کی عصری معنویت کی ابتدائی اور مضبوط بنیاد مولانا محمد علی جوہر اور علامہ اقبال کے یہاں ملتی ہے۔ انھوں نے واقعۂ کربلا کو جنگِ آزادی اور قومی بیداری کے تناظر میں پیش کیا۔ اس تعلق سے گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

> واقعۂ کربلا اور شہادت حسین کی نئی معنویت کی طرف سب سے پہلے اقبال کی نظر گئی۔۔۔ حسین کے کردار میں انھیں عشق کا وہ تصور نظر آتا ہے جو ان کی شاعری کا مرکزی نقطہ تھا اور انھیں اس میں حریت کا وہ شعلہ بھی ملتا ہے جس کی تب و تاب سے وہ ملت کی شیرازہ بندی کرنا چاہتے تھے اور نوآبادیاتی تناظر میں ہم وطنوں کو جس کی یاد دلانا چاہتے تھے۔[1]

اقبال نے مقامِ شبیری اور اسوۂ شبیری کو جنگ آزادی کے انقلابی شعور سے ہم آہنگ کیا۔ سانحۂ کربلا سے متعلق مولانا جوہر اور علامہ اقبال کے اشعار ملاحظہ ہوں:

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

Tarjihaat جولائی۔اگست۔ستمبر ۲۰۲۶
Volume: VII July, Agust. Sept 2026
Issue: VII,VIII,IX
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

محمد علی جوہر

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری

بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم

نہایت اس کی حسین، ابتدا ہیں اسمعیل

علامہ اقبال

مولانا جوہر اور علامہ اقبال نے واقعۂ کربلا کو جس خطیبانہ آہنگ کے ساتھ پیش کیا، اس سے قبل اس لب و لہجے کی بازگشت میر انیس اور مرزا دبیر کے مرثیوں میں سنائی دیتی تھی۔ ان کی غیر رثائی شاعری نے جدید غزل گویوں کے جدت تنوع کو متاثر کیا، جس نے آگے آنے والوں کے لیے نشانِ منزل کا کام کیا۔ نمونے کے طور پر جدید غزل گو شعرا کے اشعار ملاحظہ ہوں جس میں واقعۂ کربلا کو بہ طور شعری استعارہ برتا گیا ہے۔

سلام ان پہ تہ تیغ بھی جنھوں نے کہا

جو تیرا حکم جو تیری رضا جو تو چاہے

مجید امجد

دل ہے پیاسا حسین کے مانند

یہ بدن کربلا کا میداں ہے

محمد علوی

شمع خیمہ کوئی زنجیر نہیں ہم سفراں

Tarjihaat جولائی۔اگست۔ستمبر ۲۰۲۶
Volume: VII July, Agust. Sept 2026
Issue: VII,VIII,IX
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

جس کو جانا ہے چلا جائے اجازت کیسی

عرفان صدیقی

وہی پیاس ہے وہی دشت ہے وہی گھرانا ہے

مشکیزے سے تیر کا رشتہ بہت پرانا ہے

صبح سویرے رن پڑنا ہے اور گھمسان کا رن

راتوں رات چلا جائے جس جس کو جانا ہے

افتخار عارف

ان اشعار کو پڑھ کر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اشعار براہ راست کربلا کی نمائندگی کرتے ہیں بلکہ یہ اشعار واقعۂ کربلا کو استعاراتی بنیاد بنا کر جدید عصری حسیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔اسی تناظر میں جب ہم وحید اختر کی غزلوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ ان کے یہاں سانحۂ کربلا کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔واقعۂ کربلا ان کے یہاں بے شمار معنوی جہتیں، تہذیبی حوالے اور انسانی تجربات سموئے ہوئے ہے۔وحید اختر کے لیے یہ صرف ایک تاریخی سانحہ نہیں بلکہ ان کے اپنے وجود کا حصہ ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> میرے لیے یہ کتابوں میں لکھا ہوا ایک تاریخی واقعہ یا افسانہ نہیں، یہ میری اپنی زندگی کا تجربہ ہے ۔کربلا میرے اپنے وجود کا حصہ ہے۔یہ جنگ خود میرے اندر جاری ہے، میرے باطن میں یزید بھی ہے اور اس کے حواری بھی، حسین بھی ہیں اور ان کے ساتھ شہید ہونے والے بھی، میرے مرثیے اسی داخلی کش مکش اور معرکے کے شعری اظہارات ہیں۔[2]

Tarjihaat جولائی۔اگست۔ستمبر ۲۰۲۶
Volume: VII July, Agust. Sept 2026
Issue: VII,VIII,IX
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

وحید اختر کے یہاں یہ علامتی رویہ پوری قوت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔وہ کربلا کو اس کے تمام متعلقات و مضمرات کے ساتھ اپنی غزلوں میں جذب کرتے ہیں۔ان کے یہاں کربلا احتجاج کے خلاف مزاحمت اور ظلم کے مقابلے میں صداقت واستقامت کی علامت ہے۔اشعار ملاحظہ ہو:

کل جہاں ظلم نے کاٹی سروں کی فصلیں
نم ہوئی ہے تو اسی خاک سے لشکر نکلا

کذب کے کربلا میں ایک آیتِ ناطقِ حق سخن
ہر لبِ مصلحت بند ہے اک لبِ نغمہ گر کھلا

مستقل دولت ہے صبرِ عابد و خونِ حسین
کی یزیدوں نے جو کچھ دن دولت آرائی تو کیا

کل جو دو گھونٹ طلب کرنے پہ مجرم ٹھہرے
نہ بجھا پائیں گے اب سات سمندر بھی وہ پیاس

صدیوں سے صحرائے عطش میں گم نہرِ فرات
پیاس کے پہرے دارو! اترے قافلۂ سادات کہاں

فرات، دشتِ عطش، خوں کی موج، دار و رسن
کہیں پہ ختم نہیں ہوتی یہ کہانی کیوں

مذکورہ اشعار میں ظلم، سروں کی فصلیں، خاک، لشکر، کربلا، آیتِ ناطق، لبِ مصلحت، خونِ حسین، صحرائے عطش، نہرِ فرات، پیاس، قافلۂ سادات، دستِ عطش، خوں کی موج اور دار و رسن جیسی لفظیات نہ صرف واقعۂ کربلا کی یاد تازہ کرتی ہیں بلکہ انھیں جدید عہد کے سیاسی، سماجی اور وجودی بحران سے بھی مربوط کر دیتی ہیں۔

Tarjihaat جولائی۔اگست۔ستمبر ۲۰۲۶
Volume: VII July, Agust. Sept 2026
Issue: VII,VIII,IX
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

ان اشعار کو پڑھتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے کہ پس منظر میں کربلا کی علامتی فضا موجود ہے لیکن یہ اشعار براہِ راست مرثیے یا واقعاتی بیانیے کی صورت اختیار نہیں کرتے۔ سروں کی فصلیں، خاک اور لشکر جیسی علامتیں ہر اس عہد پر منطبق ہوتی ہیں، جہاں اقتدار ظلم کو برقرار رکھنے کے لیے صدائے احتجاج کو دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ لبِ مصلحت بند اور لبِ نغمہ گر جیسے استعارے اس سماجی جبر کی طرف اشارہ کرتے ہیں جہاں حق گوئی جرم بن جاتی ہے ،اس کے باوجود لوگ صدائے احتجاج بلند کرتے رہتے ہیں۔ وحید اختر کی شاعری جیسے جیسے فکر کی منزلیں طے کرتی گئی، ویسے ویسے سانحۂ کربلا کی علامت ان کے یہاں زیادہ گہرائی کے ساتھ سامنے آتی ہے اور کربلا کے واقعاتی حوالے پہلے سے زیادہ واضح اور روشن ہو جاتے ہیں۔

آج بھی دشت کربلا ابرِ رواں ہے فیض کا
اب بھی رواں ہے تشنگی پیچ و خم فرات میں

ہو گیا راکھ کب کا ظلم جل کے خود اپنی آگ میں
جلتی ہے اب بھی شمعِ غم ایک جلی قنات میں

لاکھ یزید ہوں تو ہوں، ایک حسین ہی کا دل
اب بھی دھڑکتا ہے وحید سینۂ کائنات میں

آلِ نبی ہیں، گھر بھی لٹا یا جان بھی دی جانِ جاں کی
لعنت اس پر جو یہ کہے ہم عشق زار دنیا ہیں

اس کا انداز تبسم ہے کہ صبح بہار
دیکھنے والوں کے انفاس مہک جاتے ہیں

گر آج نہیں، کل تو کہو گے کہ کدھر ہو

Tarjihaat جولائی۔اگست۔ستمبر ۲۰۲۶
Volume: VII July, Agust. Sept 2026
Issue: VII,VIII,IX
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

مابینِ حق و کذب صف آرائی نہ دیکھو

مذکورہ بالا اشعار میں دشتِ کربلا، تشنگی، فرات، شمعِ غم، قنات، یزید، حسین، آلِ نبی، حق اور کذب جیسی لفظیات کے ذریعے وحید اختر نے کربلا کو صرف تاریخی سانحے کے طور پر نہیں بلکہ زندہ انسانی تجربے کی صورت میں پیش کیا ہے۔ تشنگی، پیچ و خم اور فرات جیسے الفاظ اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ کربلا کا دکھ اور حق کی پیاس ابھی ختم نہیں ہوئی بلکہ ہر عہد کے انسان کے اندر کسی نہ کسی صورت جاری ہے۔ لاکھ یزید ہوں تو ہوں، ایک حسین ہی کا دل والے شعر میں خیر و شر، ظلم و انصاف اور حق و باطل کی ازلی کش مکش کا اظہار ہے۔ امام حسین کی عظمت اخلاقی جرأت اور حق پر استقامت کی علامت ہے، جب کہ یزید ظلم، اقتدار اور جبر کا استعارہ۔ اسی طرح حق اور کذب کی صف آرائی میں کربلا ماضی کا منظر نامہ نہیں بلکہ عصرِ حاضر کی سیاسی اور سماجی کش مکش کا اظہار ہے۔ وحید اختر کی غزلوں میں ہمیں گھن گرج کی کیفیت بھی ملتی ہے۔ اس نوع کے اشعار میں ظلم و جبر کے خلاف مزاحمت کا جذبہ نمایاں نظر آتا ہے، جہاں قتل ہو جانے یا مٹ جانے کا خوف نہیں بلکہ یہ یقین موجود ہے کہ قربانی کے بعد بھی صداقت کی آواز کسی نئے افق سے دوبارہ ابھرے گی۔ نمونے کے طور پر اشعار دیکھیں:

دیکھو تو فرات آج بھی ہے پیاس کا صحرا
پوچھو نہ مجھے پیاس سے نسبت ہے کہاں کی

متاعِ جاں، زر و اموال لے گئے قاتل
بچی تھی خاک کی چادر تو کشتگاں کو ملی

ہے تشنہ خوں سیرِ عطش خوں کا ہے دریا
مقتل میں فرات آج رواں ہے بھی نہیں بھی

لیتے ہو اگر نامِ شہیداں تو ہے یہ شرط

Tarjihaat جولائی ۔اگست ۔ستمبر ۲۰۲۶
Volume: VII July, Agust. Sept 2026
Issue: VII,VIII,IX
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

جاں جائے، رہے، پانہ ہٹیں راہِ وفا سے

جس کو دیکھوں، ہے یزیدانِ زماں ہی کی طرف

آج ہیں حق کے طرفدار بہتّر سے بھی کم

مذکورہ بالا اشعار میں وحید اختر نے فرات، پیاس، مقتل، شہیداں، راہِ وفا، یزیدانِ زماں اور حق جیسی لفظیات کے ذریعے کربلا کی علامت کو عصرِ حاضر کے سیاسی اور سماجی بحران سے مربوط کر پیش کیا ہے۔ نہرِ فرات صرف ایک دریا نہیں بلکہ حق و انصاف کی علامت ہے۔ فرات آج بھی ہے پیاس کا صحرا جیسی ترکیب اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ظلم اور ناانصافی کے نظام میں وسائل کی موجودگی کے باوجود انسان تشنگی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح متاعِ جاں، زر و اموال، خاک کی چادر اور کشتگاں جیسی تراکیب ظلم و جبر کے اس سفاکانہ نظام کی تصویر پیش کرتی ہیں، جہاں انسان سے اس کا سب کچھ چھین لیا جاتا ہے پھر بھی وہ شہادت و قربانی کی راہ سے پیچھے نہیں ہٹتا ہے۔ نامِ شہیداں، راہِ وفا اور یزیدانِ زماں جیسی علامتیں وحید اختر کے احتجاجی اور انقلابی رویے کو اجاگر کرتی ہیں ،ساتھ ہی اس اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر دور میں ظلم کی قوتیں زیادہ طاقت اور منظم دکھائی دیتی ہیں لیکن تاریخ قربانی دینے والوں کو ہی یاد کرتی ہے۔

اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وحید اختر نے کربلا کی روایت کو جدید غزل کے فکری تقاضوں سے ہم آہنگ کرا سے نئے معانی سے آشنا کیا ہے۔ ان کی غزلوں میں کربلا احتجاج، حریتِ فکر، انسانی وقار اور اخلاقی جرأت کی علامت بن کر ابھرتی ہے، جس کے باعث ان کا شعری سرمایہ جدید اردو غزل میں کربلائی استعارے کی ایک اہم اور منفرد مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔

حواشی:

Tarjihaat جولائی۔اگست۔ستمبر ۲۰۲۶
Volume: VII July, Agust. Sept 2026
Issue: VII,VIII,IX
ISSN: 2583-0082
Online Research Jornal

1. گوپی چند نارنگ، سانحہ کربلا بطور شعری استعارہ، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1986، ص، 34
2. وحید اختر۔ کربلا تا کربلا، علی گڑھ، وحید اختر، 191، ص 20-21